اک لمحہ آگہی کا
رخسانہ نگار عدنان

ایک لمحہ آگہی کا

میزبان: "آپ کی تعلیم کتنی ہے؟"

"جی میں نے ایم بی اے کر رکھا ہے۔"

"میزبان: "پھر تو آپ کو بیوی بھی اعلا تعلیم یافتہ چاہیے ہو گی؟"

"جی کم از کم گریجویٹ تو ہو۔"

میزبان: "آپ بیرون ملک کب گئے تھے؟"

" تقریباً تین سال قبل۔"

خاتون میزبان: "آپ دیکھنے میں جتنے ہینڈ سم گڈ لکنگ ہیں۔ظاہر ہے بیوی بھی آپ خوبصورت ہی چاہیں گے؟"

"جی میرے ساتھ چلتے ہوئے سوٹ کرے۔"

(اس نے پیشانی پر چمکتا پسینہ صاف کیا۔)

خاتون میزبان: "آپ چونکہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہیں' ہونے والی بیوی کی فیملی سے متعلق آپ کا کیا آئیڈیا ہے؟"

"جی آپ نے یہ اچھا سوال کیا۔ یہ بھی میری شرط کہہ لیں کہ میری ہونے والی بیوی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہو' ورنہ ایک آدھ بہن بھائی بھی ہو تو چلیں ٹھیک ہے۔"

خاتون میزبان: "کیوں بھئی' آپ کیا سسرالی رشتہ داروں سے گھبراتے ہیں یا انہیں خوف ناک سمجھتے ہیں؟"

"جی ایسی کوئی بات نہیں۔ ہمارے فیملی ممبرز صرف تین ہیں' بس اسی لیے زیادہ لوگوں میں' میں ایزی فیل نہیں کرتا۔"

خاتون میزبان: "آپ تو بیرون ملک جاب کرتے ہیں۔ انگلینڈ میں جیسا کہ آپ نے بتایا ملٹی نیشنل کمپنی میں آپ اکاؤنٹنٹ ہیں' کیا آپ اپنی مسز کو بھی ساتھ لے جائیں گے؟"

"جی ظاہر ہے' صرف وہ عرصہ جو اس کے پیپرز بننے میں لگے گا' وہ اسے یہاں میرے پیرنٹس کے ساتھ گزارنا ہو گا۔"

خاتون میزبان: "آپ کا پاکستان میں بھی بہت خوبصورت گھر ہے۔ ناظرین ابھی آپ نے بھی دیکھا ہو گا۔ ہم نے جوان کے گھر کی ویڈیو دکھائی تھی' بہت زبردست رہائش ہے پھر آپ نے بیرون ملک جانے کو ترجیح کیوں دی؟"

"پہلی بات تو یہ مجھے جاب ادھر ملی' دوسرے میں مزید اعلا تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

خاتون میزبان: "کچھ اپنی عادات و مشاغل کے بارے میں بتائیں؟"

"عادات تو میری بہت سلجھی ہوئی ہیں۔ اچھے ایٹی کیٹس کا مظاہرہ کرنا مجھے خود بھی پسند ہے اور دوسروں سے بھی اسکی ڈیمانڈ کرتا ہوں۔ غصہ مجھے بہت کم آتا ہے۔ آ بھی جائے تو جلدی اتر جاتا ہے۔ گالی گلوچ سے مجھے شدید نفرت ہے۔ سادہ کھانا جیسے دال چاول' سبزیاں وغیرہ مجھے بہت پسند ہیں۔ پیسے وغیرہ کا مجھے بالکل لالچ نہیں۔ اب یہی دیکھ لیں' میں چاہتا تو ادھر آرام سے اپنے والد کے ساتھ سیٹ ہو سکتا تھا مگر مجھے اپنے پیروں پہ کھڑا ہونا اچھا لگتا ہے۔ یعنی بہت خوددار ہوں۔" اسنے کہتے ہوئے اپنے چہرے پر پھیلتا پسینہ صاف کیا۔

خاتون میزبان: "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اس کا مطلب ہے' اگر آپ کا پروپوزل مڈل کلاس سے آئے اور وہ آپ کی پسند کے مطابق ہو تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"نہیں' یہ بات نہیں۔ رشتہ میں اپنے برابر یا اپنے سے بڑھ کر کلاس میں کرنا پسند کروں گا۔ ہو تو لائف پارٹنرز میں اچھی انڈرسٹینڈنگ ڈیولپ ہوتی ہے۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے۔"

خاتون میزبان: "اچھا یہ بتائیے آپ کی جہیز وغیرہ کی کوئی خاص ڈیمانڈ ہے؟"

"جی جہیز تو مجھے بالکل نہیں چاہیے جو کچھ بھی وہ لوگ دیں۔ اپنی بیٹی کو) نقد (کی صورت میں دیں تاکہ رقم باہر جا کر ہم دونوں کے کام آسکے۔ اسے بھی آپ میری شرط کہہ لیں۔ ہمارے گھر میں ویسے تو اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔" کہتے ہوئے اس نے اپنے ماتھے اور دونوں کنپٹیوں سے بہتی پسینے کی لکیریں پہلے سے بھیگے ہوئے ٹشو میں جذب کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کو پسینہ بہت آرہا ہے۔" خاتون میزبان کچھ زیادہ ہی شوخ ہو رہی تھیں۔

"آپ کا اے سی لو کول کر رہا شاید۔"

"اے سی تو ٹھیک کام کر رہا ہے' دیکھیں کوئی بھی یوں نہیں "نچڑ" رہا جیسے آپ بہے جا رہے ہیں۔ خیر آپ کی کوئی اور شرط ہے؟"

"جی نہیں اور کچھ خاص نہیں۔" اس نے رکھائی سے کہا۔

خاتون میزبان: "ذات برادری کی کوئی قید؟"

"نہیں جی' بس ہم مسلک ہو۔" خاتون میزبان: "تو آیئے کمپیوٹر کی طرف چلتے ہیں۔ جی آپ کی ڈیمانڈ کے مطابق چالیس پرپوزلز موجود ہیں جو آپ سے رابطہ کریں گے۔ آپ بھی چاہیں تو ان سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ جی ناظرین! آپ ٹی وی اسکرین پر دیکھ سکتے ہیں۔ اویس رضا کا آئی ڈی کارڈ نمبر' پلیز آپ اسے نوٹ کر لیں کیونکہ یہ ہم دوبارہ نہیں دکھا

پائیں گے۔"

"میرا خیال ہے' اب اگلے کینڈیڈیٹ کی طرف چلتے ہیں مگر اس سے پہلے لیتے ہیں ایک چھوٹا سا بریک' ہمارے ساتھ رہیے گا۔"

"اویس بھائی! آپ کو کتنا پسینہ آرہا تھا؟" ٹی وی کا والیوم زیرو پر کرتے ہوئے نادیہ بولی۔

"تم جا کر دیتیں نا' ان کے اتنے سخت اوٹ پٹانگ سوالوں کے جواب تو دیکھتا۔ ساری کی ساری نہائی ہوئی ہوتیں۔"

"اے اللہ نہ کرے' اسے بھی ایسے کسی پروگرام میں جانا پڑے۔" اماں فوراً دہل کر بولیں۔

"اماں! یہ زرم یا بے اعتمادی کا پیسنہ نہیں تھا۔ دل کے چور اور جھوٹ کا پانی تھا جس میں اہل غیرت اکثر ڈوب مرنے کو تیار رہتے ہیں۔" کاشف طنز سے بولا۔

"تم اپنی بکواس بند کرو۔" اویس غرایا۔

"واہ سارا آئیڈیا میرا اور اب میں ہی اپنی بکواس بند کروں۔"

"اماں! آپا کو تاکید کر دی تھی نا' کہیں ان کے سسرال والے یہ پروگرام نہ دیکھ لیں۔" اویس کو ایک اور خیال آیا۔

"ارے میاں! کر دی تھی' دس بار کر دی تھی۔ صبح پھر فون کر دیا تھا کہ بیہ بی یہ پروگرام

صبح وک دوبارہ آتا ہے' کیبل کی لیڈ پیچھے سے اتار دے۔ اس کا سسرال تو ایک ڈھنڈورچی ہے۔ سارے زمانے میں دہائی ڈال دے گا۔"

"کہ یکایک شاذیہ بھابھی کا بھائی "اکلوتا" کیسے ہو گیا اور ان کے اماں ابا' ممی ڈیڈی کیونکر ہوگئے۔ وہ بھی راتوں رات' ایسے کمال تو بے چارہ الہ دین کے چراغ کا جن بھی نہ دکھا سکے۔ نادیہ آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولی۔

"تم پھر بولیں' پ کرو۔" اویس بہت بے چین تھا۔ "اماں ٹی وی والے کوئی کچے کام تھوڑی کرتے ہیں۔ انہوں نے انگلینڈ فون کرکے اویس کی کمپنی میں بھی پتا کروایا تھا کہ آیا اس نام کا بندہ ادھر کام بھی کرتا ہے یا نہیں؛ وہ تو شکر ہے ہم دونوں کے نام' شہر کا نام حتیٰ کہ ولدیت کے نام بھی ایک جیسے ہیں۔ ہاں اگر وہ اسے مل لیتے' دیکھ لیتے تو پھر شاید گڑبڑ ہو جاتی۔ وہ بے چارہ مینگورہ' اپنے ننھیال اور پوری فیملی کے ساتھ چھٹیاں گزارنے گیا ہوا ہے' جہاں کیبل تو کیا ٹی وی کے بوسٹر کام نہیں کرتے۔" وہ بتاتے ہوئے جیسے خود کو بھی تسلی دے رہا تھا۔

"ایک سچ سو سکھ۔ ایک جھوٹ سو دکھ۔" فیصل اندر داخل ہوتے ہوئے بڑبڑایا۔

"ایک اور آگئے ہیں سچ کے پتر۔" وہ منہ میں بڑبڑایا۔

"ارے بچے کب رابطہ کریں گے یہ کمبخت لڑکی والے۔ اس کا بھی کرایہ معلوم ہے نا

تمہیں' مجھے تو ہفتہ بھر سے نیند نہیں آئی۔ اگر خدانخواستہ رشتہ ملنے میں ذرا دیر ہو گئی تو پہلے ہی جو جمع جتھا تھا پیچ باچ تیرے اس جھوٹ کو سچ بنانے گھر سے نک پڑے ہیں۔" اماں بے صبری سے بولیں۔

"اماں! اب اگر کچھ کر ہی لیا ہے تو آپ لوگ کم از کم اپنی زبانیں تو بند رکھیں۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ کوئی فون آئے' کوئی گیٹ پر آئے صرف ملازم دیکھے گا' وہی فون سُنے گا۔ تم چارون کان کھول کر سن لو' فون ریسیو نہیں کرنا۔ اگر کوئی آ بھی جائے اور پوچھے تو۔"

"تو کہہ دیں گے ہم دونوں تو اویس رضا کی کزنز نہیں بلکہ نوکرانیاں ہیں۔ ہیں نا!" نادیہ جلدی سے بولی۔ "ارے کیوں اگلوں کو اور مشکوک کرنا ہے' وہ کہیں گے اتنی خوبصورت جوان نوکرانیاں' لڑکا تو اچھا خاصا کردار کا "غازی" لگتا ہے۔" کاشف جھٹ سے بولا۔

"دیکھا' مان گئے نا ہم دونوں کتنی حسین ہیں۔" سعیدہ اپنی پونی جھلاتے ہوئے بولی۔

"ملکۂ حسن کے مقابلے میں حصّہ لینے کی تیاری کرو تم دونوں شاباش۔" اویس جل کر بولا۔

"پہلے ہمارے بھیا تو انگلینڈ یاترا کر آئیں پھر ہماری باری آئے گی۔" سعدیہ ترکی بہ ترکی بولی۔

"تم لوگ اپنی فضول بک بک بند کرو۔ میرا اب دم گھٹا جا رہا ہے۔ اتنی بڑی کوٹھی ہے' فرش اتنا چکنا ہے' ابھی جا گریں گے۔ میں تو ہفتہ بھر سے ٹھیک سے چلی بھی نہیں۔ قالینوں والے کمروں میں ہی جاتی ہوں' کچن اتنا بڑا' صاف ستھرا' اتنا خوبصورت کہ کھانا پکانے کو جی ہی نہیں کرتا۔"

"اور کیا اماں! ابھی ٹی وی میں نہیں دیکھا' کتنا خوبصورت گھر لگ رہا تھا۔ لان تو اتنا بڑا ہے جتنا ہمارا۔" نادیہ بولی تھی۔

"ارے خوبصورتی وک کو گولی مارو۔ مجھے جو تین گھنٹے موئے ہندوؤں کے لباس اس منحوس ساڑھی' ننگی کمر کے ساتھ اتنی روشنیوں میں غیر آدمی کے سامنے بیٹھنا پڑا۔ ابھی تک سوچ کر شرم آ رہی ہے۔ اولاد کی خاطر آدمی کیا کیا پاپ کما جاتا ہے۔" اب مجھے بتا' یہ ڈرامہ اور کتنے دن کا ہے؟" "اماں! حد کرتی ہیں آپ بھی۔ ابھی سے سب بیزار ہیں۔ کچھ پانے کے لیے قربانی تو دینا پڑتی ہے نا۔ اچھا رشتہ مل گیا تو پھر شادی اک مرحلہ بھی ہو گا اور مجھے لگ رہا ہے آپ لوگوں کی بے صبری بھانڈا پھوڑ کر رہے گی۔" اویس سلگ کر بولا۔

"بھانڈا کیسے پھوٹے گا! آپ تو اکلوتے ہیں ہم سب کزن اور نوکر۔" فیصل پانی کا گلاس لیے دوبارہ اندر داخل ہوا۔

"تمہاری نوکری کا کیا بنا؟" اماں بے صبری سے بولیں۔ "میں تو پوچھنا ہی بھول گئی تھی۔"

"بھائی وک مل گئی جو مجھے اتنی جلدی مل جائے گی۔ آج تو انٹرویو دے کر آیا ہوں' دیکھیں۔" وہ صوفے پر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ "اماں! بڑے نرم صوفے ہیں۔"

"کرایہ اتنا ہی گرم ہے۔ بے فکر رہیں۔" سعدیہ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولی۔

"تیرے سر کی جوئیں ادھر ؤکر بھی نہین مریں۔" کاشف نے اس کے سر پر زور سے مارا۔

"اماں!" وہ زور سے چیخی۔ "ہاتھ ٹوٹیں تمہارے کاشف"!

"بڑا بے غیرت ہے تو۔ بہن کو مارتا ہے کمینے۔" اویس غصے میں گالیاں دیتے ہوئے بولا۔

"جی نہیں' میں بہت مہذب ہوں اور گالی گلوچ سے مجھے شدید نفرت ہے۔ ہونہہ ڈرامہ۔" کاشف کون سا ادھار رکھنے والا تھا۔

"اماں ان سب کو کہیں یہاں سے دفع ہو جائیں۔" وہ زور سے چلّایا۔

"کہاں جائیں؟" فیصل نے منہ کھول کر جمائی لی۔

"جہنم میں۔"

"یار! اتنی گرمی میں' ذرا دو چار دن اے سی کی ٹھنڈی ہوائیں تو لینے دو سردیوں میں چلے جائیں گے۔ برادرانِ یوسف کا سا سلوک تو نہ کرو' اس ڈرامے کے بعد تو بھائی مان ہی لو گے۔ اماں سخت نیند آ رہی تھی۔ آن ہاں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا۔۔۔ اب اس کے بعد جو بھی بیتے گی بس لگے گا اس شان دار پل پر سے گزرنے کا ٹول ٹیکس دے رہے ہیں۔ میں تو گیا۔" وہ وہی صوفے پر جوتوں سمیت دراز ہو گیا۔

"اورے اویس! بل بھی ہم دیں گے؟" اماں بولیں۔

"نہیں' ہمارے فرشتے دیں گے۔" وہ کڑھ کر بولا۔ "خیر سے اباجی کون سے بیڈروم میں آرام فرما رہے ہیں۔"

"ارے آرام فرما تو ہمارے لیے تو یہ شاندار محل کانٹوں کی سیج ہے۔ مانگے کے کپڑوں میں بدل جل رہا ہے چین کہاں۔" اباجی باہر ہی سے بولتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

"تو بتائیں آپ لوگ میں کیا کرتا۔ چار سالوں سے تو ایڑیاں رگڑ رہا ہوں اچھی ملازمت کے لیے۔ میں کون سا ناجائز کام کرنے جا رہا ہوں' شادی ہی تو کر رہا ہوں ذرا سا جھوٹ بول کر۔ آپ لوگوں کے لیے۔ کچھ اچھے دن ہم بھی دیکھ لیں گے۔ میں اکیلا تو عیش نہیں کروں گا' جو سب مجھے صبح شام جوتے بھگو کر مار رہے ہیں۔" وہ بھی پھٹ پڑا۔

"ناراض کیوں ہوتا ہے۔ اب تیرے جھوٹ میں منہ کالا تو کر رہے ہیں۔ تو کہتا ہے تو سی بھی لیتے ہیں۔" وہ ٹھنڈے لہجے میں بولے۔ "اور بی اے پاس کو بہت اچھی نوکری کہاں سے ملنی ہے۔ کہا تھا نا آگے پڑھ"

"بس ابا! یہ فیصل نے آگے پڑھ کر کیا کر لیا۔ سال بھر سے دھکے کھا رہا ہے۔ میں جو پچھلے ہفتے انٹرویو ٹیسٹ دے کر آیا تھا' سب میں کلئیر تھا۔ آیا میرے نام کوئی اپائنٹمنٹ لیٹر۔ سب ڈرامہ ہے میرٹ اور قابلیت کا۔ ہر جگہ جھوٹ' سفارش' دھوکا' اور چھینا جھپٹی ہو رہی ہے۔ تو ابا ہم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے کہ ہم سدا غربت کی چکی میں پستے رہیں۔ میں نے بھی شادی کر کے کوئی مفرور نہیں ہو جانا' پیسے لے کر کوئی چھوٹا موٹا بزنس ہی تو کرنا ہے۔ کسی سے فراڈ یا دھوکے کی نیت نہیں میری' یہ جو کروڑ پتی' ارب پتی خزانوں پر سانپ بنے بیٹھے ہیں۔ ان سے چند لاکھ سمیٹنا چاہ رہا ہوں۔ ان کے لیے تو یہ زکوۃ کے برابر ہو گا۔ آپ لوگ یوں ہی جل جل کر خاک ہو رہے ہیں۔ ساتھ مجھے بھی ذلیل کر رہے ہیں۔"

"ارے تجھے کون ذلیل کر سکتا ہے۔ ذلیل تو ہم ہوتے ہیں اپنی برادری کنبے میں۔ میری دونوں بہنیں' تیری ماں کی بہن اور بھائی دونوں ہی اپنی بچیوں کے لیے آس لگائے بیٹھے تھے' کیا کمی تھی ان کی بچیوں میں' نیک شریف پڑھی لکھی سب سے بڑھ کر اپنی۔ صرف

تجھے جہیز مین لاکھون کروڑوں نہیں۔"

"بس ابا! اس فضول موضوع پر بہت بات ہو چکی ہے۔ مزید نہیں۔ ایک ہفتہ اور انتظار کر لیں اگر کچھ نہ ہو سکا تو آپ جو لوگ کہیں گے وہی کرون گا۔ اور آپ کے اپنے' مجھ جیسے بے روزگار کو اپنی بیٹیاں دینے پر راضی ہیں۔ یہ آپ دونوں کی خام خیالی ہے۔ چاہے تو آج شام جا کر ان کو چیک کر لیں 'انکار کی جوتی انہوں نے اٹھا کر نہ ماری تو آ کر مجھ پر تھوک دیجئے گا ہاں۔" وہ فون فاں کرتا کمرے سے نکل گیا۔

"کہتا تو سچ ہے۔" اماں آہ بھر کر بولیں۔ پر اس محل کا کرایہ اگر ایک ماہ کا اور پڑ گیا تو اویس کے ابا ہم تو خود بھی بک جائیں گے اور کتنا انتظار کریں۔" امان کی دہائی پر ابا شانے اچکا کر رہ گئے،۔

**

اور یہ انتظار اگلے روز ہی تمام ہو گیا' جب شام کو سبحانی ساحب کا فون آیا کہ وہ اپنی اکلوتی بیٹی نیناں سبحانی کا رشتہ اویس سے کرنا چاہ رہے ہیں اور انہوں نے اگلے روز دونوں میاں بیوی اور اویس وک اپنے گھر دعوت کا پیغام بھی دے دالا۔ سارے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"اماں! میں بھی چلوں گی کہہ دیجئے گا۔ میری بھانجی ہے۔" سعدیہ ٹھنک کر بولی۔

"خبردار کوئی فضول میں ساتھ نہیں جائے گا۔"

اویس عادتاً چلّایا۔ "ہاں' بھانجی کہہ کر اور مصیبت کو دعوت دے ڈالوں کہ گھر میں رشتہ ہوتے ہوئے باہر کیوں نکل پڑی ہوں۔ چلو اندر' کوئی ضرورت نہیں۔" اماں نے بھی حسبِ توفیق جھاڑ پلائی۔

"اور اماں! اگر ہاں ہو گئی تو' ان چاروں سے کہو' فی الحال گھر جا کر رہیں۔"

"شرم کرو بھائی! شرم کرو۔ جتنا تمہارا امان ابا پر حق ہے۔ اتنا ہی ہمارا بھی ہے اور ہم کہیں جانے والے نہیں۔" کاشف فوراً تڑپ کر بولا۔

"تم سب کے لیے یہ عذاب مول لے رہا ہوں۔ اماں کبھی تو ان کو۔۔۔" بلیو کلر کی شرٹ میں بلیک ٹو پیس پہنے وہ اپنا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے وہ' فضول غصہ کرنے کی ضرورت نہیں؛ جب ایک دو دن بعد وہ لوگ آئیں گے تو تم چاروں ادھر ادھر ہو جانا۔ شادی کے دنوں میں کسی کو کیا پتا چلتا ہے۔" اماں نے ان چاروں کی اتری ہوئی شکلیں دیکھ کر کہا۔

"اماں! ادی میں خاندان بھر کا ہجوم اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں' سو حاسد سو جلن کہ مارے دشمن۔" اویس نے جی بھر کر پرفیوم خود پر انڈیلا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی تیز خوشبو سے کمرے کی فضا بوجھل ہو گئی تھی۔

"کم چھڑک یہ بو بلا۔ شام کا وقت ہے رستے میں سو۔۔۔۔۔۔۔"

"سوچڑیلیں' س وجن اور نینان سبحانی کی جگہ کوئی بل بتوڑی چڑیل عاشق ہو جائے تو۔" کاشف نے فوراً بدلہ لیا۔

"اماں! مجھے کچھ جلنے کی بو آرہی ہے۔" اویس' کاشف کی طرف دیکھ کر طنز سے طولا۔

"ہائے میں مر گئی۔ سعدیہ جا چکن میں دیکھ۔" اماں کچھ نہ سمجھیں فوراً بولیں۔

"جلتی ہے میری جوتی۔" کاشف خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"جل گیا برنال لگائیں۔ کیڑے نے کاٹا۔ برنال لگائیں۔" اویس قہقہ لگا کر ہنسا۔

"ساری جلن ایک فون میں نہ نکال دوں سبحانی صاحب سے ذرا اسلام دعا ہو جائے۔ کبھی کے دن بڑے بھیا جانی' کبھی کی راتیں۔" کاشف نے منہ پر ہاتھ پھیر کر اسے دھمکایا۔

"اماں! چلو بی مینڈک کو زکام ہونے لگا ہے۔" اویس نے پنک جارجٹ کے پرنٹڈ سوٹ میں کھڑی اماں کا ہاتھ کھینچا۔

"بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ سو دن سُنار کے ایک دن لوہار کا۔" کاشف نے پیچھے س ے ہانک لگائی۔ وہ اماں اک ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گیا۔

باہر پورچ میں باوردی ڈرائیور گاری کا دروازہ کھولے ان کی آمد کا منتظر کھڑا تھا۔ ابا جی پہلے ہی سلیٹی کلر کا سفاری سوٹ پہنے بیٹھے تھے۔ شکل پر البتہ اچھی خاصی مظلومیت برس رہی

تھی۔

"اوئے اویس پتر! زیادہ دیر نہیں ادھر بیٹھنا۔ یہ پینٹ تو مجھے پیٹ سے بڑی تنگ ہے۔ کمینے فیروز دھوبی نے پتا نہیں کس سوکھے مریل کی پینٹ دے دی ہے مجھ سے تو بیٹھنا محال وہ رہا ہے' وہاں کھاؤں گا کیا خاک۔" وہ سانس زور سے باہر نکالتے ہوئے کراہے۔

"ابا پلیز! آپ نے وہاں زیادہ نہیں بولنا۔" اویس نے ان کی کراہ نظر انداز کرتے ہوئے پچاسویں بار ٹوکا۔ ابا جی کی شروع کیع ادت تھیسر جملے کے اختتام پر ایک آدھ گالی ضرور ٹانکتے تھے۔ ان کی اسعادت سے سب ہی عاجز تھے۔ اویس میں بھی باپ کے یہ جراثیم آگئے تھے۔

"چلین ساحب جی!" ڈرائیور آگے بڑھ کر کچھ بیزار لہجے میں بولا۔

"ہان چلو' کافی دیر ہو گئی ہے۔" اویس نے سیدھا ہوتے ہوئے رولیکس پر نظر ڈالی۔

سہیل کمینے نے ہزار منتوں کے بعد دی تھی۔

سپنے یوں بھی سچ ہوں گے۔ خواب ایسے بھی روپ دھارتے ہیں۔ اسے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں وُرہا تھا۔ گیٹ سے پورچ تک لمبی سڑک تھی۔ دونوں اطراف سرسبز خوبصورت لان' باوردی ملازم انہین عالیشان ڈرائنگ روم مین پہنچا کر گیا تھا۔ جہاں سبحانی ساحب اور ان کی بیگم ان کے استقبال کے لیے پہلے سے موجود تھے۔ ڈرائنگ روم تھا

کہ پورا شادی ہال اور انتہائی قیمتی اور خوبصورت فانوس لٹک رہے تھے۔ فرنیچر سارا بے حد قیمتی اور خوبصورت۔ اویس کو بے اختیار اپنی قسمت پر رشک آیا۔ دبیز سرخ قالین میں قدم اندر کو دھنسے جا رہے تھے۔

"بیٹھیں پلیز۔" بیگم سبحانی نے اماں سے گلے ملنے کے بعد انتہائی متانت سے کہا تھا۔

"تو اویس رضا! آپ کے اکلوتے بیٹے ہیں۔" چند ابتدائی باتوں کے بعد سبحانی صاحب ا سنازک موضوع کی طرف آ ہی گئے تھے۔

"جی، جس طرح آپ کی بیٹی ماشاء اللہ اکلوتی ہے۔ آپ نے ہی بتایا تھا نا۔" اماں بے حد اعتماد سے بولیں۔

اسی وقت دو ملازم آگے پیچھے چائے کے سامان سے لدی پھندی دو ٹرالیاں لیے اندر داخل ہوئے تھے۔ گفتگو کچھ دیر کے لیے ملتوی ہو گئی تھی۔

"بچی وک تو بلوایئے بہن!" چائے اور کھانے کی اشیاء میز پر سجتے ہی اماں نے اویس کے دل کی بات کی۔

"جی، جی کیوں کہی، آ رہی ہے وہ بھی۔" ابھی بیگم سبحانی کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ نینان سبحانی اندر داخل ہوئی۔ کیمل کلر کے نیٹ کے جدید تراش خراش کے خوبصورت اور اسٹائلش سوٹ میں ملبوس شرمائی لجائی اندر وُکر دھیرے سے سلام کرتے ہوئے بیگم

سبحانی کے پاس بیٹھ گئی۔

"ماشاء اللہ بہت پیاری بچی ہے آپ کی۔ بیٹا! ادھر میرے پاس آ کر بیٹھو۔"

"اماں میں تو خاصی قابلیت ہے ہائیں وسائٹی میں موو کرنے کی۔" اویس نے بے اختیار دل میں اماں کے اعتماد کو سراہا تھا۔ وہ اٹھ کر آہستگی سے اماں کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔ اویس اسے ہی دیکھ رہا تھا جب اسنے نظریں اٹھا کر اسکی طرف دیکھا۔ دونوں کے دل ایک تال میں دھڑکے تھے۔" انگلنڈ میں وُپ کتنے عرصے سے ہو اویس میاں؟" سبحانی صاحب نے اسکی محویت کو توڑا۔

"جی تقریباً تین سال سے۔"

"کیا مستقل وہیں رہنے کا ارادہ ہے۔"

"جی ابھی تو ہے۔ دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے۔ "

"نیناں بیٹی نے کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے؟ "

" گریجویشن۔" اس کی مہین آواز حلق سے نکلی تھی۔

" کہتی تھی ماما آگے پڑھنا ہے۔ میں نے کہا، بس بھئی بہت پڑھ لیا۔"

"شادی کے بع دمسز کو بھی ساتھ لے جانے ک ارادہ ہے کیا؟" سبحانی صاحب پھر بولے۔

"جی ان شاء اللہ جتنا عرصہ پیپرز وغیرہ تیار ہونے مین لگے گا بس وہی۔"

"آپ بیٹا جاتے ہوئے پلیز اپنا انگلینڈ والا ایڈریس دیتے جایئے گا میرا بھانجا وہیں ہوتا ہے مانچسٹر میں۔ آپ کا تعارف کروادوں گا تو کبھی کبھار آپ سے ملنے آجایا کرے گا۔ پردیس میں تو جو بھی ہم وطن مل جائے اپنا ہی لگتا ہے۔" سبحانی صاحب نے بڑی چالاکی سے بات کو دوسرا رنگ دیا تھا۔اویس کی پیشانی پر ہلکی سی نمی نمودار ہوئی۔

پھر ان کے بے حد انکار کے باوجود سبحانی صاحب نے انہیں ڈنر کے بغیر جانے نہیں دیا۔

کھانے کے دوران دونوں فیملیز میں اچھی کاصی بے تکلفی پیدا ہو گئ تھی۔ باتون کے دوران ہی پتا چلا کہ سبحانی صاحب کو بھی شادی کی بے حد جلدی ہے اور یہ تو ان کے حق میں بھی اچھا تھا۔

سبحانی صاحب کو فیملی کے ساتھ اگلی شام گھر آنے کی دعوت دے کر وہ تینوں خوش خوش واپس لوٹے تھے۔

**

پھر باقی کے مراحل پلک میں جھپکتے میں طے ہوتے چلے گئے۔ صرف پندرہ دن بعد کی تاریخ رکھی گئ تھی۔

"انکل! میری چھٹی کم رہ گئی ہے۔ اسلیے جتنی جلدی ممکن ہو سکے۔" اویس نے سبحانی صاحب سے مودبانہ گزارش کی۔

" ٹھیک ہے بیٹا! ہم نے کون سی تیاری کرنا ہے۔ برتن کپڑے اکٹھے کرنے ہیں۔" سبحانی صاحب نے سادہ لہجے میں جواب دیا تو اویس کا رنگ ہی اڑ گیا۔ گویا کچھ بھی نہیں۔

"ظاہر ہے جو کچھ دینا ہے۔ وہ کیش کی شکل میں ہی ہو گا۔ اسکے لیے کسی تیاری کی کیا ضرورت بیٹی 'بیٹا! ہمارے طرف سے تو کوئی دیر نہین۔" بیگم سبحانی نے شاید اویس کی اتری ہوئی صورت سے اندازہ لگالیا تھا۔ فوراً تسلی دیتے ہوئے بولین۔

" نکاح میرا خیال ہے پہلے نہ کر دیا جائے تاکہ میں کاغذات نوانے کے لیے اپلائی کردوں۔" اس کے دماغ میں ایک اور وَئیڈیا آیا تھا۔ اسے ڈر تھا کہیں عین شادی والے دن کچھ خاندانی حاسد جل ککڑے بنا بنایا کھیل نہ بگاڑ دیں'اس نے تو آج کل شاذیہ آپا کو بھی ادھر آنے سے ساف منع کرر کھا تھا۔"

" ٹھیک ہے جیسے آپ لوگ کہیں۔" وہ لوگ تو گویا تیار بیٹھے تھے۔

پھر نکاح شادی سے ایک ہفتے قبل ہی کر دیا گیا۔

"آنٹی! چونکہ نکاح بھی ہو چکا ہے تو اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں سیناں سے فون پر بات کرلیا کروں؟' بیگم سبحانی کی آنکھیں ایک پل کو سکڑی تھیں۔ دوسرے پل ان کا چہرہ میٹھی مسکان سے سج گیا تھا؟

"کیوں نہیں بیٹا! اب وہ خیر سے تمہاری منکوحہ ہے مگر پھر بھی ذرا۔۔۔ تمہیں معلوم تو

ہے۔ رشتہ دار وغیرہ' ہمارے بھی مہمان کل سے آنا شروع ہو رہے ہیں' کراچی' اسلام آباد وغیرہ سے ویسے بھی نیناں پر ہم نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ آپ دونوں باشعور اور سمجھ دار ہو۔" بیگم سبحانی نے اجازت کے ساتھ کچھ پابندی کا اشارہ بھی دے ڈالا۔

"بھئی۔۔" میں تو آج کل کی یہ نمود و نمائش' جس میں جہیز' شادی کے لمبے چوڑے فنکشنز ہوتے ہیں۔ ان کے سخت خلاف ہوں۔ "گالی ابا جی کے منہ سے نکلتے نکلتے رہ گئی۔) اچھا خاصا خرچا اٹھ جاتا ہے ان فضول خرچیوں میں۔" انہوں نے اماں کی گھورتی ہوئی نظروں اور اویس کے نفی میں سر ہلانے کا مطلب سمجھتے ہوئے اگلی تمام گفتگو کے دوران "پرہیزی خاموشی" اختیار کیے رکھی۔ یہ گڑبڑ ان کے ساتھ شروع سے لگی تھی۔ خاندان بھر میں ان کی گالیوں کا تکیہ کلام مشہور تھا۔ وہ کیا کرتے' لڑکپن سے بری صحبت لڑکوں کے ساتھ رہ رہ کر یہ گالیاں ایسی منہ پر چڑھی تھیں کہ کوشش کے باوجود ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکے تھے۔

"جی آپ نے درست فرمایا۔ مین خود ان چیزوں کے خلاف ہوں نرا وقت اور پیسے اک ضیاع۔" سبحانی صاحب نے بھی ان کی تائید کی۔

"اسی لیے رو ہم نے سوچا ہے' مہندی مایوں کا فنکشن اپنے اپنے گھر میں کرلیں تو زیادہ اچھا ہے؛ خوامخواہ لوگوں کو کھلاؤ پلاؤ پھر بھی کوئی کوش نہیں ہوگا۔" اماں محبت سے

بولیں۔ سب سے زیادہ خطرہ تو انہیں مہنی کے فنکشن ہی میں تھا۔ ایک تو' ان کی اتنی علاشان رہائش دیکھ کر سب نے منہ میں انگلیاں دبا کیا بلکہ چبا لینی تھیں۔ دوسرے سو سوال اور سو جواب کے ہزار افسانے سب طرف نشر ہونے تھے اور جو بارات سے پہلے بھانڈا پھوٹ گیا تو؟

"جیسے آپ لوگوں کی خوشی۔"

بیگم سبحانی نے آہستگی سے کہا' ورنہ ان کے دل میں تو یہ خواہش کی تھی کہ ان کی بیٹی کی مہندی سسرال سے آئے۔

"بھئی سو سجن' سو دشمن' ٹھیک کہتی ہیں بہن! اللہ نظرِ بد سے بچائے ہمارا یا ستعلق داری کو۔ دنیا سے کسی کا اچھا ہوتا کہاں برداشت ہوتا ہے۔ بس بارات ولیمے کا فنکشن صحیح ہے جو شرعاً بھی جائز ہے اور مناسب بھی۔" سبحانی صاحب نے اماں کی بات کو اوکے کر دیا۔

شادی کی تاریخ تو طے ہو ہی چکی تھی۔ اب تو درمیان کے سات دن تھے۔ بہت تھوڑے س ے' مگر خاصے مہنگے کارڈ چھپوائے گئے تھے۔ چیدہ چیدہ رشتہ داروں وک انوائیٹ کیا گیا تھا۔ باقی کے دن خیریت سے گزر جائیں۔" تیاریوں میں مسروف دھڑکتے دلوں کے ساتھ دعا مانگتے رہے۔

**

"آپ نے پہچانا مجھے ؟' مہندی سے دو روز پہلے اس نے ہمت کر ہی لی تھی۔

"جی' نہیں۔" بہت مہین سی آواز تھی اس کی۔ جھینپی جھنپی شرمائی ہوئی۔

"میں اویس رضا۔۔۔ یاد آیا؟" وہ پورے اعتماد سے بولا۔

"جی؟"

"آپ جی کے علاوہ بھی کچھ بولتی ہیں؟"

"جی!" وہ کچھ بوکھلا کر بولی۔

"پھر جی۔" وہ چڑ کر بولا۔ "اچھا اب میں ایسا کوئی سوال کرتا ہوں جس کا جواب جی میں نہ ہو۔" وہ خود ہی بولا۔ "میں وُپ کو کیسا لگا؟" وہ سوچ کر بولا۔

"جی!" وہ ہونق پن سے بولی۔

"پھر جی۔" وہ چیخا۔

"پلیز آہستہ بولیے۔" وہ ڈر کر بولی۔

"شکر ہے آپ نے جی کے علاوہ تو کچھ فرمایا۔" وہ گہرا سانس لیتے ہوئے بولا۔ "نیناں! آپ مجھے بہت اچھی لگی ہیں۔ میرا آئیڈیل' شریک سفر کے بارے میں ایسا ہی تھا۔ پڑھی لکھی' پراعتماد' ڈیسنٹ' چھچھوری لڑکیاں مجھے سخت ناپسند ہیں آپ کا آئیڈیل کیسا تھا؟"

"میں کچھ سمجھی نہیں۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"کیا میں آپ کو اپنے آئیڈیل جیسا لگا ہوں؟"

"جی' میں نے کبھی آئیڈیل جیسی فضولیات نہیں پالیں۔"

"گڈ۔ مجھے حقیقت پسند لوگ اچھے لگتے ہیں۔"

کچھ دیر کو خاموشی چھا گئی' وہ اب سوچ رہا تھا کہ مزید کیا بات کرے۔

"آپ بھی تو کوئی بات کریں نا۔" وہ اس کی مسلسل چپ پر بولا۔

"کیا بات کروں۔" وہ اسکی سادگی پر جل ہی گیا۔

"کیوں' کیا آپ کو میرے متعلق کچھ بھی جاننے کا شوق نہیں؟"

"سب کچھ تو آپ ماما پاپا سے کہہ چکے ہیں اور سب میرے علم میں ہے۔"

"کیا بات ہے آپ کے جنرل نالج کی۔ آپ کے خیال میں کیا میں نے آپ کے پاپا سے یہ بھی فرمایا ہو گا کہ مجھے نیناں کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جانا بہت اچھا لگے گا۔ اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر سمندر کنارے لہروں کے ساتھ دوڑنا بہت پسند ہو گا۔ اس کے ساتھ رات گئے باتیں کرنے کے دوران گرم گرم کافی پینا اچھا لگے گا اور یہ کہ مجھے نیناں کے نین بہت اچھے لگے ہیں' اس کے لیے موتیے کے گجرے لانا اور اپنے ہاتھوں سے اسکی نازک کلائیوں میں پہنانا بہت رومانٹل لگے گا۔۔۔۔"

"بس بس۔ پلیز بس کریں نا۔" وہ شرم سے سرخ ہو گئی۔

"اوکے' اب اپنی پسند و ناپسند کے بارے میں بتائیں ورنہ میں دوبارہ شروع ہو جاؤں گا۔"

"کیا بتاؤں۔" وہ بے بسی سے بولا۔ "آپ مجھے اچھے لگے ہیں' مہذب اور شائستہ لوگ مجھے بہت پسند ہیں۔ گالی گلوچ سے مجھے سخت نفرت ہے اور جھوٹ سے بھی سخت نفرت ہے۔" اویس کے کان کھڑے ہو گئے۔ "آپ کی طرح مجھے بھی لانگ ڈرائیو پر جانا بہت پسند ہے اور۔"

"کیا اکیلے اکیلے؟" وہ شرارت سے بولا۔

"نہیں۔" وہ شرما کر بولی۔

"ویسے نیناں! جس کالس سے آپ بی لونگ کرتیہیں ایسی لڑکیاں تو بہت بولڈ اور الٹرا ماڈرن ہوتی ہیں جبکہ آپ تو بالکل سادہ اور۔"

"کیا سب لڑکیاں ہر کلاس کی ایک جیسی ہوتی ہیں؟"

"نہیں۔"

"تو پھر میں اپنی کلاس کی لڑکیوں سے مختلف ہوں۔"

"اور یہ میری خوش قسمتی ہے۔ مجھے ایسی ہی لڑکی کی تلاش تھی۔"

"تم ادی والے دن کیا لبا سپہنو گی؟"

"پہلے سے بتا کر سسپنس ختم کردوں۔ آپ خود دیکھ لیجئے گا۔"

"ویسے نیناں! شادی کے صرف ایک ہفتے بعد تو مجھے واپس چلے جانا ہے اور تمہین میرے پاس آنے میں کم از کم تین چار ماہ کا عرصہ لگے گا۔"

"جی۔"!

"تم رہ لو گی میرے بغیر؟"

"پتا نہیں۔" اس نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

"نیناں! وہاں بھی زندگی یہاں کی طرح بہت مشکل ہے۔ اگرچہ میری سیلری اچھی ہے۔ مگر اسکے باوجود ایک لگژری لائف مین ٹین رکھنا بہت کٹھن ہے' اسی لیے تو مین نے شادی میں کیش کی خواہش کی ہے۔ یہ کیش وہاں جا کر ہم دونوں کے کام آئے گا۔ میں جاب کے ساتھ کوئی چھوٹا موٹا بنس بھی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اسے تفصیل بتاتے ہوئے کیش کی اہمیت سے آگاہ کر رہا تھا۔

"یہ تو اچھی بات ہے اور۔"

"بھائی! بس کرو۔ بل بھی ہم نے ہی دے کر جانا ہے۔ یہ نہ ہو وہ جاتے وقت ہم میں سے ایک عدد کو بطور ضمانت رکھ لے۔ تم نے تو اپنی بیوی کے ساتھ فرار ہو جانا ہے۔" کاشف پیچھے سے آکر چلّایا۔ اس کا سارا موڈ غارت ہو گیا۔

"کون ہے وُپ کے پاس؟" نینان نے پوچھا۔

"میرا ایک خاص دشمن' اوکے۔ پھر بات کریں گے۔" اس نے اکشف کو گھورتے ہوئے فون رکھ دیا۔ پھر اس کے بعد بات کرنے کی نوبت شادی والے دن سے پہلے آ ہی نہ سکی۔ مہندی کا فنکشن خیر سے نپٹ گیا۔ رشتہ داروں نے اکفی کوشش کی اویس کے ہونے والے سسرال کے بارے میں سن گن لینے کی مگر اسبار اماں نے بھی اپنے معدے کو کمال ہاضمے کا ٹانک پلا رکھا تھا۔ سگی بیٹی کے آگے بھی نہ کھلیں۔ شازیہ آپا کا موڈ اچھا خاصا خراب ہو چکا تھا۔

"لو بتاؤ۔ ہم بھی بھلا دشمن ہو گئے بھائی کے۔ ہم سے بھی سو پردے۔ اچھا بھلا گھر چھوڑ کر کرائے پر اٹھ آئے۔ وہ بھی اتنا مہنگا۔ کون لوگ ہیں' لڑکی کیسی ہے' جو بات بھی اماں سے پوچھو ایک چپ۔ اب بھلا میں کیا پاگل ہوں جو غیرون کی طرح بھائی کیش ادی میں شرکت کروں گی' بس میں جا رہی ہوں۔ میرے سسرال میں میری کیا خاک اڑی ہے سب نے سوال پوچھ پوچھ کر میرا بھیجا چاٹ لیا ہے۔ اب میں کسی وک کیا بتاؤن۔" وہ بارات کی صبح چمک چمک کر بولتے ہوئے اپنے ٹھنسے ہوئے بیگوں میں مزید کپڑے ٹھونستی جا رہی تھی۔

"بچی ہوش کر۔ شادی والا گھر ہے۔ بیٹھے بٹھائے کیوں فساد ڈال رہی ہو۔ سب بتا تو دیا ہے' جہاں اتنے دن صبر کیا ہے چند گھنٹے اور گزرا لے میری بچی' تو تو بہت سمجھ دار ہے۔

تو تو ایسے کرے گی تو میں شریکوں سے کیا توقع کروں۔ چل غصہ تھوک دے اور فیصل کاشف جا بہن کو تھوڑی شاپنگ کرالا۔ بچوں کو ایک ایک ریڈی میڈ سوٹ دلا دو جا کر۔" امس نے روٹھی شازیہ کو بانہوں میں سمیٹتے ہوئے خوب مسکہ لگایا۔

"واہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ یہ ہرجانے بھی بھائی صاحب ہی بھریں' جنہوں نے آج خزانے پر اہتھ صاف کرنے ہیں۔" کاشف تو پہلے دن سے جو اویس کے خلاف ہوا تھا ابھی تک بگڑا بیٹھا تھا۔

"دیکھ رہی ہو اس کو۔ ارے میں کس کس کو روؤں کیا کر ڈالا میرے بچے نے وج سارے اسکے خلاف بھرے بیٹھے ہیں۔ شادی ہی کر رہا ہے نا کسی کو قتل تو نہیں کرنے جا رہا۔ لڑکی بھگا کر تو نہین لا رہا۔ الٹے دماغ کے تم کو گوں کت لے وہ یہ کشٹ کر رہا ہے۔ خواب دیکھنا آسان ہے' اس کی تعبیر حاصل کرنا جان جوکھوں کا کام۔ تم سب ناشکرے ذرا جو اسکی زبانی محبت کا احساس کرو کمبختو! جاؤ جا کر کماؤ۔ ہاتھ پیر چلاؤ۔ کچھ بن کر دکھاؤ' اسغریب نے تھوڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اب مفتے کی کھیر تم سب کو ہضم نہیں ہو رہی۔"

اماں اک واویلا سن کر شازیہ نے جلدی سے اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ ممانی اور خالہ ساتھ والے کمرے میں ہی بیٹھی تھیں۔ جھٹ اٹھ کر آ جاتیں۔ گنی چنی سہی ساری برادری اکٹھی تھی باہر۔ ایک آدھ کو خبر ہو جاتی تو سارے میں نشر ہو جانی تھی۔

"اماں! بس کریں نا۔ کیوں تماشہ بنوائیں گی۔ ایسا کیا کہہ دیا میں نے 'اچھا سوری معاف کردیں۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا۔" کاش کو خود لینے کے دینے پڑ گئے۔ اماں کے واویلے پر اباجی آگئے تو انہوں نے وہ گالیاں دینی ہیں کہ سارا لشکر پناہ کی تلاش مین بھاگ نکلے گا۔ آدھے گھنٹے میں اماں راضی ہوئیں۔ شازیہ اور اس کے بچّوں کو شاپنگ بھی کرانا پڑی اور اویس میاں وت دوپہر کو پارلر چلے گئے تھے۔

"کیا لڑکیوں کی طرح تیار ہونے چل پڑے ہیں' بیوٹی پر بھروسہ کریں نا۔" فیصل ٹوکا۔

"بیوٹی پر تو بھروسہ ہے یار! اس بیوٹی کو منوانا بھی پڑتا ہے۔" وہ آج فل مستی کے موڈ میں تھا۔

"آنکھوں والے تو پارلر جائے بغیر بھی وَپ کی بیوٹی کو مان سکتے ہیں البتہ اندھوں سے منوانے کے لیے اتنا پیسہ خرچ کرڈالیں تو کوئی مضائقہ نہیں" وہ سرہلاتے ہوئے بولا تو اویس اسے گھورتا چلا گیا۔

**

شادی کا فنکشن توقع سے بڑھ کر اچھا ہوا تھا۔ شادی ہال بہت زبردست تھا۔ کھانا اس سے بھی بڑھ کر' ساری برادری والون کے منہ بند ہوگئے تھے بلکہ ضرورت سے زیادہ کھل گئے تھے' اب سب منہ کھولے سٹیج کی طرف دیکھ رہے تھے جہاں اویس اور نیناں کی خوب

صورت جوڑی وڈیو کیمروں کی لائٹس میں سب کی آنکھیں چندھیا رہی تھی۔ اماں اور ابا تو ٹھسے سے ان کے دائیں بائیں بیٹھے تھے۔ کاشف اور فیصل بھی صوفے کے ارد گرد منڈلا رہے تھے۔ شازیہ' سعدیہ اور نادیہ منہ بسورے اسٹیج کے سامنے والی رو میں بیٹھی تھیں۔

"ہاں' ہمارا تو کوئی حق ہی نہیں' جیسے ہم بھائی بیاہنے نہیں آئے کسی شناختی پریڈ میں شرکت کے لیے وئے ہیں۔ کہیں پہچان کر دھر نہ لیے جائیں کہ یہ دولہا کی بہنیں ہیں۔ اتنی تیاری کی تھی خاک پتہ چلے گا کسی کو۔"

نادیہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔ سعدیہ بھی تھوڑی دیر بعد اداسی سے بول پڑتی' شازیہ کے تیور البتہ خاصے بگڑ چکے تھے۔ اسسے تو یہ صدمہ ہی برداشت نہیں ہو پارہا تھا کہ دولہا کی بڑی بہن ہو کر بھی اسے ادھر بیٹھنا پڑ رہا تھا۔ اس کا شوہر ندیم تو کھانے کے دوران ہی ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔ اور داماد کو منانے کی فرصت نہ تو اماں کے پاس تھی نہ اماجی کے پاس؛ وہ تو نئی نویلی رشتہ داریوں میں مگن' خوش باش کسی وک لگٹ ہی کرارہے تھے۔

"گھر چل لیں ذرا میں ایک منٹ نہیں رکوں گی۔' شازیہ نے منہ پر ہاتھ پھیر کر ساتویں بار اعلان کیا۔ اسٹیج پر اب دودھ پلائی کی رسم ہو رہی تھی۔

ساری رسمیں خدا خدا کرکے ختم ہوئیں اور بالآخر اس آخری اعلانیے کا موقع بھی آگیا جس

کی خاطر سب نے یہ بے نامی کی ہتک برداشت کی تھی۔

"چونکہ اویس اور نیناں نے جلد ہی بیرون ملک چلے جانا ہے اور یوں بھی اللہ کے فضل سے نیناں کے سسرال میں کسی چیز کی کمی نہیں اس لیے ہم نے یہی مناسب جانا کہ کپڑا لتا دینے کے ہم اپنی بیٹی کو اس سے زیادہ کا آمد تحفہ دیں' یہ پچاس لاکھ کا چیک ہم اپنی بیٹی کو بطور جہیز دیتے ہین۔ ویسے وت ہمارا وج کچھ بھی ہماری بیٹی کا ہے مگر دنیاداری کی رسم ہے اس لیے۔" سبحانی صاحب نے اعلان کرتے ہوئے چیک سب کو دکھایا۔

تمام حاضرین سر اٹھا کر چیک کی زیارت کر رہے تھے۔ اویس کی دھڑکنیں اتھ پتھل ہو رہی تھیں' چہرے کا رنگ خوب سرخ ہو چلا تھا۔ خوف چھپائے نہ چھپ رہا تھا۔ یہی حال اماں ابا کا تھا۔

"لو بیٹا سنبھالو اپنی امانت۔" سبحانی صاحب نے مڑ کر چیک اویس کو تھمایا' بلکہ میرا خیال ہے نیناں تم اپنے پرس میں حفاظت سے رکھ لو۔ اویس کی وکٹ کی جیب سے خدانخواستہ کہیں گر نہ جائے۔"

دوسرے پل انہوں نے چیک نینان کی حنائی انگلیوں میں تھمادیا' جسے اس نے آہستگی سے اپنے گولڈن چھوٹے سے پرس میں رکھ لیا اویس اک جی چاہ رہا تھا کہ نیناں کا پرس لے کر بھاگ جائے۔

"بس بھائی صاحب رات کافی ہو چکی۔ اب ہمیں اجازت دیں۔" اماں دوسرے پل اٹھ کھڑی ہوئیں۔

رخصتی میں آدھا گھنٹہ لگا پھر بھی گھر پہنچتے پہنچتے دو بج گئے۔

"اف تھک گئے اب تو۔ بس بستر چاہیے۔" اماں نے تینوں بیٹیوں کے سوجے ہوئے چہرے دیکھ کر خود پر شدید تھکن طاری کر لی۔

"میں چلی جاؤں پھر جی بھر کر تھکن اتار لیجئے گا۔" شازیہ کہتے ہوئے اندر کمرے میں اپنا سامان لینے چلی گئی اور جب وہ واپس آئی تو اماں کے خراتوں سے کمرہ لرز رہا تھا۔ وہ بھی غصے سے وہیں ڈھیر ہو گئی۔

"نیناں! میں کتنا لکی ہوں جو مجھے تم جیسی حسیین' اتنی پیاری دلہن ملی' میں تم سے پہلے بھی دو تین بار مل چکا ہوں مگر مجھے پتا نہیں تھا کہ تم دلہن بن کر اس درجہ قیامت ڈھاؤ گی۔" اویس نیناں کا نازک سا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔

"میری طرف نہیں دیکھو گی۔" وہ اسکے چہرے کے پاس جھک کر بولا۔

"دیکھو نا!" وہ بدستور نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔" اوہ یاد آیا۔ تمہارا رونمائی کا گفٹ۔ میرا خیال ہے اس کے بعد دیکھو گی۔" کہتے ہوئے اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے چھوٹی سی سرخ مخملی ڈبیا نکالی۔

"یہ میری جانب سے تمہارے حسن کو حقیر سا نذرانہ۔" اس نے نازک سی سفید رنگ والی انگوٹھی اسکی انگلی میں ڈال دی۔

"بہت قیمتی ڈائمنڈ لگا ہے اسمیں۔ اسے میں ہمیشہ تمہارے ہاتھ میں دیکھوں۔" اس نے اطلاع فراہم کرتے ہوئے فرمائش کی۔

"اچھا یار! ذرا ہمارا تحفہ بھی تو دکھاؤ نا۔" اس سے اب مزید صبر محال ہو رہا تھا۔

"کون سا تحفہ؟" بے حد حسین آواز میں اس نے شرم سے بوجھل پلکیں اٹھا کر پوچھا۔

ایک پل کو تو اویس مبہوت رہ گیا۔

"جو انکل نے گفٹ دیا ہے وہ چیک!" اسنے نیناں کی گود میں پڑے گولڈن پرس کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"جی!" اس نے جی تو کہہ دیا مگر پرس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے۔

"پھر جی' یار! کھولو نا اس کو۔" وہ بے تکلفی سے ہاتھ بڑھا کر خود پرس اٹھا کر کھولنے لگا۔

نیناں نے جلدی سے پرس پکڑ لیا۔

"دکھاتی ہوں نا!" اس نے نزاکت سے کہتے ہوئے پرس ہولے سے کھولا۔

"افوہ۔" اچانک لائٹ چلی گئی۔ یک پل کو ہر طرف گھپ اندھیرا چھا گیا تھا۔

"میرا خیال ہے ان میرا تحفہ تو رہنے ہی دو، وہ تو خوب ساری روشنی میں دیکھنے والا ہو ہے۔

ہماری محبت کو اس وقت واقعی واپڈا کے اس رضاکارانہ تعاون کی ضرورت تھی۔" اس کے شرارت بھرے لہجے میں کہے گئے جملے پر نیناں سمٹ کر رہ گئی۔

**

اگلی صبح اچھی خاصی ہنگامہ خیز تھی۔ شازیہ آپا سامان سمیٹے بیگ باندھے گہری نیند سے آدھے جاگے' آدھے سوئے بچوں کو دائین بائیں گود میں چڑھائے جانے کو تیار بیٹھی تھی اس کے تیور انتہائی خطرناک لگ رہے تھے۔

"کاشف! کاشف! اٹھو مجھے رکشہ لا کر دو۔" اس نے ایک ٹانگ صوفے پر ایک کارپٹ پر پھیلائے بے سدھ سوئے ہوئے کاشف کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"کیا وہ گیا۔ چھاپہ پڑ گیا۔۔۔ لے گئے بھائی کو۔۔ پولیس آ $ی تھی۔" وہ اس طرح جھنجھوڑے پر ہونقّوں کی طرح لال سرخ آنکھیں لیے ادھر ادھر دیکھتا سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہاں پڑ گیا چھاپہ' اور جب پڑ گیا نا تو ساری چالاکیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی تم لوگوں کی' جس طرح کل ہماری بے عزتی کی گئی ہے نا طوطے کی طرح سارے فنکشنز میں آنکھیں پھیر کر ہمیں نظر انداز کیا گیا ہے نا تو وہ چھاپہ پڑ گیا تو ہم لوگوں نے بھی تم سب کو اسی طرح ہطاننے سے انکار کر دینا ہے سن لو۔" شازیہ نے اسکا بازو پکڑ کر زور سے ہلایا وہ

نیند میں کھڑا جھوم رہا تھا دھڑام سے نیچے گر گیا۔

"ہائے میں مر گیا آپا! کیا آج مجھے قتل کر کے دم لیں گی۔" وہ اپنی پیٹھ سہلاتا ہوا ہائے ہائے کرنے لگا۔

"اے بچی خیر کی زبان بول۔ کیوں منہ سے صبح صبح یہ منحوس کلمے نکال رہی ہے۔ بھائی ہے تیرا کوئی خدانخواستہ دشمن نہیں جو تو یوں بول رہی ہے۔" اماں سے شازیہ کی بکواس زیادہ دیر برداشت نہ ہو سکی تو سونے کی ایکٹنگ موقوف کرتے ہوئے بول ہی پڑیں۔

"ایسے ہوتے ہیں بھائی!" وہ بھی ہاتھ نچا کر بولی یہی تو وہ کافی دیر سے چاہ رہی تھی کہ اماں سے پنگا ہو اور خوب ٹھوک بجا کر ہو۔ "ماتھے پہ آنکھیں۔ نہ نظروں میں پہچان۔ انوکھی شادی ہوئی ہے اس کی کیا زمانے میں۔"

"اے ایسا کیا کر دیا اس غریب نے کہ سارا زمانہ اسکے پیچھے پڑ گیا۔" اماں کی نظروں کے سامنے تو ابھی تک وہ پچاس لاکھ کا چیک گھوم رہا تھا۔

زمانے کی تو مجھے خبر نہیں پر اماں! اپنے ارد گرد سے آپ کی ایسی بے خبری اچھی نہیں' آپ کے بیٹے نے تو ڈرامہ کر کے اپنی زندگی سنوار لی اور میری اجاڑنے میں کوئی کسر نہیں رکھی۔" وہ اب چھکوں پھکوں رونے لگی۔

"کیا ہو گیا آپا! کیوں رو رہی ہو۔ دو چار دن تو رہ گئے ہیں اسمحل میں عیش کرنے کے' جی

بھر کے سونے دو پھر اسی مچھروں اور گند کی کچھار میں جانا اور اتنے دن فاقے کے بعد جو مچھروں نے انتقام لینا ہے' الامان۔" فیصل نے سیدھا ہوتے ہوئے خوب لمبی سی انگڑائی لی۔ اے سی کی ہلکی ہلکی خنکی جسم کو سکون دے رہی تھی۔

"سو لو جی بھر کر سووؤ' مرو۔ یری زندگی اک تو ستیاناس کر دیا نا۔" اس نے زور سے دوپٹے سے اپنا منہ رگڑا۔

"کیا منحوسوں کی الٹی سیدھی بکے جا رہی ہے' کچھ پتا بھی تو چلے۔" اماں غصے سے بولیں۔

"مل گیا آپ کو پتا چلانے کا؟" شازیہ چمک کر بولی۔

"پوچھ لو تب شامت' نہ پوچھو تب قیامت۔ بی بی! تمہارا وت قبلہ ہی الٹے رخ ہے۔ میں اب کیا کہوں۔" امان نے کچھ عاجزی سے کہا۔ سعدیہ اور نادیہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"ہاں ہاں اب تو ہمارا بولنا بھی قیامت اور نہ بولنا بھی شامت' ایسے غیر ہو گئے ہم' اسدن کو جنم دیا تھا اماں نے ہمیں۔" وہ اور زور زور سے رونے لگی۔

"کیا آفت آ گئی صبح صبح۔ یہ کون منحوس اتنی بری آواز میں رو رہا ہے' میں نے تو اسکی۔" تین چار گالیاں بکتے ابا جی بھی اپنے کمرے سے باہر نکل آئے۔

"سن لیا' اب کوئی کسر رہ گئی ہے میری اور بے عزاتی کی' غیر تو تھی ہی اب منحوس بھی ہو

گئی۔اب وت رونے کی بھی اسگھر میں اجازت نہیں۔" وہ اور شدت سے رونے لگی۔

اباجی کے تو گویا ہاتھوں کے طوطے ہی اڑ گئے۔آج تو بہت ہی غلط موقع پر ان کی زبان پھسلی تھی۔اماں نے کھا جانے والی نظروں سے اباجی کو گھورا۔اب ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ دروازے کے بیچوں بیچ یونہی کھڑے رہیں یا اگلی بمباری سے بچنے کے لے رفو چکر ہو جائیں۔

"ارے میری بیٹی! حوصلہ کر! خوامخواہ خود کو ہلکان کر رہی ہے' کیا بات ہے کچھ مجھے بھی تو پتا چلے۔تجھے کیا بات بری لگی ہے' یوں رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے۔رات وک ولیمہ ہے' دلہن اندر ہے۔اس کے کانوں میں اس فضیحتے کی آواز پڑی تو کیا سوچے گی۔" اماں کو باآخر اپنی جگہ سے ہلنا ہی پڑا تھا۔شازیہ کو گلے لگانے کی کوشش کی مگر اسنے ماں کے بازو جھٹک دیے۔

"رہنے دیں۔دلہن کے سن لیے جانے کا ڈر ہے رو مجھے دھکے دے کر نکال دیں۔میرا میاں تو پہلے ہی جا چکا۔کل رات وک بھری بارات سے اٹھ کر چلا گیا۔کسی ساس سسر' سالے کو توفیق ہوئی اس کی جا کر خبر ہی لے لیں۔آپ کو میری زندگی کی پروا نہیں تو مجھے بھی آپ کی فکر نہیں' سن لیا۔" وہ بھی اماں اور اباجی کی بیٹی تھی۔اویس آنکھیں ملتا گرتا پڑتا اندر کمرے میں داخل ہوا۔شازیہ کی کونج دار للکاریں تو سارے گھر میں گونج رہی

تھیں۔صد شکر نیناں ابھی تک سو رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" اویس کا یہ پوچھ لینا ہی قیامت ہوا۔اماں نے سعدیہ وک اشارہ کیا جا کر دلہن کے کمرے کے باہر پہرہ دے کہیں وہ بھی اس ہنگامہ آرائی میں حصہ لینے کے شوق میں نہ چلی آئی۔

پھر دلہن کا ناشتہ بھی آگیا۔اس کی دو کزنز ڈرائیور کے ساتھ آئی تھیں' لیکن گھر کا سرد اور کھنچا کھنچا ماحول دیکھ کر وہ تھوڑی دیر میں وہاں سے چلی گئیں۔

"جا جا کر باپ کے ساتھ بہنوئی کو منا کر لا۔اب کیا بیوی کے چرنوں میں پڑنے جا رہا ہے۔ آ گئی گھر۔مل گیا ہے چیک' اب کیوں مرا جا رہا ہے۔" اویس کمرے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اماں نے پیچھے سے اسکی کمر میں ایک زوردار دھموکا جڑا۔

"اماں' حد ہوتی ہے کسی بات کی۔کچھ تو خیال کر لیا

14

کریں۔" وہ اچھا خاصا برا مان کر بولا اماں کا ہاتھ بھی تو ٹھیک ٹھاک بھاری تھا۔

"ہاں ہاں اماں ! خیال کریں۔ یہ رات ہی کو تو امریکہ کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ ایک ارب کی ان کی لاٹری نکل آئی ہے۔۔ کسی جن نے تھالی میں سجا کر انہیں وزارت عظمٰی پیش کر دی ہے اور آپ اچھی خاصی بے تکلفی کا مظاہرہ فرما رہی ہیں ان سے۔" کاشف اماں وک مسالہ لگاتے ہوئے بولا۔

"لاٹری نکل آئی ہے تو اس کو استعمال بھی کرے' تعویذ بنا کر بیٹھا ہے نرا کاغذ کا پرزہ لے کر' ہمارے سروں پر ناچنے کی ضرورت نہیں' ولیمہ بھگتا کر کل صبح اسچیک کو کیش کرا' پرسوں شام تک یہ تاج محل خالی نہ کیا تو اگلے مہینے کا کرایہ بھی پڑ جائے گا۔ تجھے یاد ہے باقی کے تمام اخراجات بھی یا نئی نئی بادشاہت کے سہانے سپنے میں سب بھول بھال گیا؟"

اماں نے اسے کندھے سے پکڑ کر پورا ہی گھما ڈالا۔ اور جا' جا کر باپ کے ساتھ بہنوئی بہنوئی کو منا کر لا۔ پانچ منٹ میں کپڑے بند کر آ ورنہ۔"

اماں کے ورنہ کیا کیا مطلب ہے' اسے اچھی طرح پتا تھا۔ وہ واقعی پانچ منٹوں بعد ابا جی کے ساتھ ندیم بھائی کو منانے جا رہا تھا۔

**

پھر وہ سارا دن ان ہی چکروں میں گزر گیا۔ تین گھنٹے تو ندیم کو تلاش کرنے میں لگ گئے۔ وہ دستوں کی طرف جا چھپا' ملے تو ماش کی دال کی طرح اینٹھا ہوا تھا۔ بمشکل اسے راضی

کیا۔ پھر اسکے اماں ابا کو بھی منایا۔ اگلی پچھلی تمام کردہ ناکردہ غلطیوں کی ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی تب وہ لوگ چلنے پر ہوئے۔ ابا جی اور اولیس جب تیار ہو کر ہال میں پہنچے۔ دلہن اسٹیج پر تیار پنک شرارے میں ڈھیر ساری جیولری اور خوب صورت میک اپ کے ساتھ سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اس کے سسرال والے بھی آ چکے تھے۔ کھانا سرو ہو چکا تھا۔ کریں۔" وہ اچھا خاصا برا مان کر بولا اماں کا ہاتھ بھی تو ٹھیک ٹھاک بھاری تھا۔

"ہاں ہاں اماں ! خیال کریں۔ یہ رات ہی کو تو امریکہ کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ ایک ارب کی ان کی لاٹری نکل آئی ہے۔۔ کسی جن نے تھالی میں سجا کر انہیں وزارت عظمٰی پیش کر دی ہے اور آپ اچھی خاصی بے تکلفی کا مظاہرہ فرما رہی ہیں ان سے۔" کاشف اماں وک مسالہ لگاتے ہوئے بولا۔

"لاٹری نکل آئی ہے تو اس کو استعمال بھی کرے' تعویذ بنا کر بیٹھا ہے نرا کاغذ کا پرزہ لے کر' ہمارے سروں پر ناچنے کی ضرورت نہیں' ولیمہ بھگتا کر کل صبح اسچیک کو کیش کرا' پرسوں شام تک یہ تاج محل خالی نہ کیا تو اگلے مہینے کا کرایہ بھی پڑ جائے گا۔ تجھے یاد ہے باقی کے تمام اخراجات بھی یا نئی نئی بادشاہت کے سہانے سپنے میں سب بھول بھال گیا؟"

اماں نے اسے کندھے سے پکڑ کر پورا ہی گھما ڈالا۔ اور جا' جا کر باپ کے ساتھ بہنوئی بہنوئی کو منا کر لا۔ پانچ منٹ میں کپڑے بند کر آ ورنہ۔"

اماں کے ورنہ کیا کیا مطلب ہے' اسے اچھی طرح پتا تھا۔ وہ واقعی پانچ منٹوں بعد ابا جی کے ساتھ ندیم بھائی کو منانے جا رہا تھا۔

**

پھر وہ سارا دن ان ہی چکروں میں گزر گیا۔ تین گھنٹے تو ندیم کو تلاش کرنے میں لگ گئے۔ وہ دستوں کی طرف جا چھپا' ملے تو ماش کی دال کی طرح اینٹھا ہوا تھا۔ بمشکل اسے راضی کیا۔ پھر اسکے اماں ابا کو بھی منایا۔ اگلی پچھلی تمام کردہ ناکردہ غلطیوں کی ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی تب وہ لوگ چلنے پر ہوئے۔ ابا جی اور اویس جب تیار ہو کر ہال میں پہنچے۔ دلہن اسٹیج پر تیار پنک شرارے میں ڈھیر ساری جیولری اور خوب صورت میک اپ کے ساتھ سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اس کے سسرال والے بھی آچکے تھے۔ کھانا سرو ہو چکا تھا۔" تو نے چیک کیش کرا لیا؟" ابا جی نے سرگوشی کی۔

"سارا دن تو آپ کے ساتھ رہا ہوں۔ میں نے کیا سلیمانی ٹوپی پہن کر چیک کیش کرانا تھا۔" وپ جل کر بولا۔

"ہال کا کرایہ دینا ہے۔ کل مالک مکان وک بھی فارغ کرن اہے ورنہ اگلا مہینہ شروع۔ گاڑی' ڈرائیور' کارپٹ' کراکری۔۔۔"

"ابا جی پلیز مجھے کچھ دیر تو سکون لینے دیں۔ صبح سے خوار ہو رہا ہوں۔" وہ بڑبڑاتا ہوا اسٹیج

کی طرف بڑھ گیا' جہاں سبحانی صاحب اور ان کی بیگم اسے پیار کرنے کو بے تاب بیٹھے تھے۔

"کل بارات میں تو سسرالی عزیز اتنے نہیں لگ رہے تھے۔ آج۔۔آج تو" ہال میں جیسے کسی جلسے کا گمان ہو رہا تھا۔ اس نے ماتھے پر آیا پسینہ جبراً مسکراتے ہوئے ٹشو میں جذب کیا۔

"ابا جی صحیح کہتے ہیں اچھا خاصا بل بن جانا ہے۔" وہ پریشان نظروں سے ہال میں بھاگتے دوڑتے ان گنت بچوں کو دیکھ رہا تھا۔ دو تین بار گننے کی بھی کوشش کی۔ ہوٹل والوں نے پر ہیڈ بل لینا تھا اور یہاں تو اسے ہیڈ ہی ہیڈ نظر آ رہے تھے۔

"چلو بیٹا! آپ نے بھی ہمارے ساتھ چلنا ہے۔" سبحانی صاحب نے اسسے کہا تھا۔ اس نے ااس کی طرف دیکھا گویا اجازت لے رہا ہو۔

اس کا خدشہ درست نکلا کوٹ پینٹس کی ساری جیبوں اور سلامی کے لفافوں میں سے پیسے نکال کر دینے کے باوجود دس ہزار کم پڑ گئے تھے۔ بمشکل ایک دوست کی ضمانت پر' ہوتل والے اگلے ایک دن تک کی مہلت پر راضی ہوئے۔

وہ نیناں کے ساتھ ہی آیا تھا مگر اب جیسے اسنئی نویلی خوشی اک رنگ پھیکا سا لگ رہا تھا۔ اس کو تو ہر طرف بل ہی بل نظر آ رہے تھے۔

"کل ہر حال میں چیک کیش کرا کے اپنا دماغ ہلکا کرنا ہے۔" اسنے کن اکھیوں سے نیناں کے گولڈن پرس وک گھور کر دیکھا۔ رات کو بہت دیر تک اس کے رشتے کی سالیاں اور دوسری کزنز ان کے کمرے میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھیں رہیں' وہ خوب گپ شپ کے موڈ میں تھیں۔ان کی گفتگو اور فضول قہقہوں کے دوران ہی وہ س وچکا تھا۔

اور جب اسکی آنکھ کھلی تو صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ اچھا خاصا شرمندہ ہو گیا۔نیناں تیار' سجیس نوری اس کے اٹھنے کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

"اٹھیں نا' سب ناشتے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ شرما کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

"تم نے مجھے رات کو جگایا کیوں نہیں؟" اسے کچھ ندامت سی ہوئی۔

"آپ اتنی گہری نیند سو رہے تھے۔ مجھے جگانا اچھا نہیں لگا۔اب پلزی جلدی سے فریش ہو کر آ جائیں۔" وہ کہہ کر اٹھنے لگی۔

"ارے چلین کہاں؛ پہلے تمہارے اتنے حسین نظارے سے اپنی بصارتوں کو وت فریش کر لوں پھر۔۔" اسیوقت کسی نے زور سے دروازے پر دستک دی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نیناں! آ جاؤ پلیز اب۔" کسی کے پکارنے پر نینان جلدی سے اسے واش روم کی طرف جانے کا اشارہ کر کے باہر نکل گئی۔ وہ مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

شام وک ان کی واپسی ہوئی۔ اماں اور ابا جی اسے لینے آئے تھے۔ دونوں کے وموڈ کچھ اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

جیسے ہی وہ گھر میں داخل ہوا اماں نے اسے کمرے میں جانے سے روک دیا۔نیناں اندر جا چکی تھی۔

"وہ کوٹھی کا مالک آیا تھا۔ کہہ رہا تھا پرسوں شام چھ بجے تک اگر آپ لوگوں نے گھر خالی نہیں کیا تو وہ سیکیورٹی ضبط کر لے گا اور یہ بل بھی تھما گیا ہے' صرف بجلی اک بل ہی بیس ہزار میں ہے اور۔"

"پلیز اماں! آج نہیں کل صبح بات کیجئے گا۔" وہ انہیں ٹوک کر فورا! کمرے میں گھس گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ اماں جی بھر کر بدمزہ ہوئیں۔ دل تو چاہا دروازہ پیٹ ڈالین مگر پھر کچھ سوچ کر ضبط کر گئیں۔ "نیناں! یار وہ چیک تو دیناہیں اپنے اکاؤنٹ مین جمع کروا دوں وہاں سے وہ میرے انگلینڈ کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیں گے۔" اگلی صبح انشتے کے بعد اس نے سرسری لہجے میں وہ چیک طلب کیا۔

"اچھا' میں ذرا تیار وہ ولں۔" وہ پیچ کلر کے سوٹ کے ساتھ میچنگ میک اپ کرتے ہوئے مصروف لہجے میں بولی۔ وہ انتظار میں بیٹھ گیا۔

"نیناں! تمہارے پاپا کا فون ہے۔" تھوڑی دیر بعد اماں کمرے میں آ کر بولیں تو وہ فون

سننے چلی گئی۔

"لے لیا چیک؟" اماں نے آہستگی سے پوچھا۔

"ابھی لیتا ہوں۔"

"ابھی لیتا ہوں' ابھی لیتا ہوں۔ چار دن وہ گئے ہیں استماشے کو۔ میں اپنا سامان باندھ چکی ہوں بلکہ ڈرائیور ایک پھیرا وت لگا بھی آیا ہے دوسرا وہ تو ھڑی دیر میں لگا آئے گا۔ دوپہر کا کھانا کھاتے ہی ہم تو جا رہے ہیں تم اب خود نمٹنا۔"

"حد ہوتی ہے اماں! بے لحاظی کی بھی۔" وہ غصے میں بھڑکنے کو ہی تھا کہ نیناں آ گئی۔

اماں غصے سے سر ہلاتی باہر نکل گئیں۔

"چلیں اویس! کہیں آؤٹنگ پر چلتے ہیں۔" وہ ایک ناز سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بلی۔

"آن چلو۔" وہ کسی گہرے خیالس ے چونکا۔ نیناں نے وہی پرس اٹھایا اور دونوں آگے پیچھے باہر نکل گئے۔

"نیناں یار! وہ چیک تو دو نکال کر۔ اب باہر آ ہے ہیں تو بینک میں جمع کرا دوں۔ اتنی بڑی رقم کا چیک یون لیے لیے پھرنا تو مناسب نہیں۔" گھر کی سڑک سے آگے نکلتے ہی وہ بولا۔

"ہاں' اچھا۔"

"کیا مطلب بھئی مجھے نکال کر دو۔ ہاں اچھا کیا۔"

اسے غصہ تو بہت شدید آیا تھا۔

"وہ اویس! وہ چیک تو۔" "کیا' کیا ہوا چیک ک؟" اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لیا۔

"وہ وت پاپا کے گھر مین ہے۔ کل ادھر ہی بھول آہی تھی۔ کل پرسوں اج کر لے آئیں گے۔"

"کل پرسوں؟ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نا۔" وہ غصے میں بولا' پھر نیناں کے چہرے کا اڑتا رنگ دیکھ کر دھیما پڑ گیا۔

"یار! مجھے آج ہی چاہیے۔ تم سمجھتیں کیوں نہیں۔"

"اچاھ وت کل لے لین گے نا۔"

"نہیں؛ آج اور اسی وقت ہم چلتے ہین' ساتھ ہی انکل آنٹی سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔" اسے وت شام تم گاڑی ھی واپس کرنا تھی' جیب میں صرف دو ڈھائی سو روپے تھے۔

وہ بیٹھی ہونٹ کاٹتی رہی اور وہ گاڑی چلاتا رہا۔

کوٹھی کے قریب پہنچ کر وہ گاری ٹرن کرنا ہی چاہتا تھا کہ وہ بول پری۔

"ماما' پاپا ادھر نہیں ہین۔"

' پھر' کہیں باہر گئے ہوئے ہیں؟" وہ گاڑی روکتے ہوئے بولا۔

" نہیں۔" وہ شاید رو رہی تھی۔

"کیا ہوا نیناں! خیر تو ہے؟" وہ پریشان ہو اٹھا۔

"اویس!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کیا' کہو نا۔"

"آپ گاڑی ومڑیں۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"کدھر؟"

"جدھر میں کہوں۔"

اور پھر وہ جن رستوں پر اسے لے جاتی رہی اویس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑتے گئے۔ وہ دھرم پورہ کی انتہائی گنجان آبادی والا علاقہ تھا جس کی تنگ گلی میں گاڑی نے مزید آگے جانے سے انکار کر دیا تھا۔

"آئین میرے ساتھ۔" وہ گاڑیس ے اترتے ہوئے بولی۔

"فالسہ ٹھنڈا میٹھا فالسہ۔" فالسے کی ریڑھی والا پاس سے ہانک لگاتا ان دونوں کو گھورتے ہوئے گزرا تھا۔

ٹوٹی پھوٹی تنگ و تاریک گلی' جس کی دونوں سائیڈوں پر غلاظت سے کھلی نالیاں دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں۔

پرانی وارنش کا دروازہ' جگہ جگہ سے جسے دیمک چاٹ رہی تھی' کھلا ہوا ہی تھا۔ جب نیناں اندر داخل ہوئی۔ اویس کی تو زبان گویا تالو سے چپک گئی۔ تنگ سے چھوٹے سے صحن میں بان کی جھلنگا چارپائی پر مسز سجان بیٹھی بھنڈیاں بنا رہی تھیں۔ لان کے سال خوردہ اڑے ہوئے رنگوں والا بے حد معمولی سوٹ پہنے وہ گھر میں کام کرنے والی کوئی امسی لگ رہی تھیں اویس نے تو پہلی نظر میں انہیں پہچانا ہی نہین اور جب پہچانا تب بھی اسکے منہ سے سلام نہ نکلا۔ وہ حواس باختہ سی دونوں وک دیکھ کر وہیں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں۔

"آ۔۔آؤ بیٹا"!

"اماں! ابا کہاں ہیں؟" نیناں صاف آواز میں بولی۔ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی نمی آواز میں نہ گھلی تھی۔

"اپنے سٹور پر۔۔۔۔ تم ؤؤ۔ اندر بیٹھو بیٹا۔"

نیناں ان سنی کرتے ہوئے اندرونی کمرے کی طرف بڑھی اور وہ وہیں پتھر کا بت بنا کھڑا رہا۔

"اماں! اور کوئی دھونے والا کپڑا تو نہیں۔" سیڑھیون کے اوپر سے کسی نے جھانک پکر

پوچھا تھا۔ اویس نے سپاٹ نظروں سے دیکھا۔ وہ نیناں کی کزن۔ پتا نہیں کون تھی۔ اویس وک دیکھتے ہی سیڑھیوں پر جھی کی جھکی رہ گئی۔

"چلیں۔" نیناں باہر آکر اویس سے بولی۔

"کہاں اج رہی ہو بیٹھو نا۔" مسز سبحان تیزی سے اٹھ کر لپکیں۔

"اپنی قسمت کا فیصلہ سننے' مت روکیں مجھے۔" وہ سکتی سے کہتے ہوئے ابہر نکل آ ہی۔

اویس کی روبوٹ کی طرح قدم جما جما کر آگے بڑھ رہا تھا۔ واپسی کا سفر بے حد خاموشی سے کٹا۔ صرف نیناں کے منہ سے نکلنے والی سسکی کی آواز تھی جو سنائی دے جاتی تھی اور پھر اس کے آنسو بھی تھم گئے' سسکیاں دم توڑ گئیں۔

گاڑی مصری شاہ کے اندرونی محلے مین داخل ہوئی تھی پھر ایک تنگ و تاریک گلی میں بنے بوسیدہ سال خوردہ اکھڑے ہوئے سیمنٹ والی دیواروں کے گھر میں جس کے صحن میں نیم کے درخت تلے اماں بیٹی پالک کے پتے توڑ رہی تھیں۔ ان دونوں کو آتے دیکھ کر کچھ حیران سی رہ گئیں۔ سعدیہ جھاڑو لیے صفائی کر رہی تھی اور نادیہ پوچھا لگا رہی تھی۔

"دو چیک مجھے۔" وہ صحن کے بیچوں بیچ رک کر سرد لہجے میں بولا۔ نیناں نے کانپتے ہاتھوں سے پرس کھول کر تہہ شدہ چیکا سے تھمایا۔

"اتان بڑا فراد' اتنا بڑا دھوکا مین ہی ملا تھا تم لوگوں کو اس فراد کے لیے۔" وہ چیک دیکھتے ہی

زور سے چیخا تھا۔ پچاس لاکھ کے کتنے ہی زیرو غائب تھے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"ففٹی تھاؤزنڈ اونلی" کی تحریر اس کا منہ چڑا رہی تھی۔

"کیا وہ گیا' کیوں چلّا رہا ہے۔ اب کا ای غضب ہو گیا۔ یا ہس تو۔" ابا جی اندرونی بیٹھک سے نکلے تھے۔

"غضب ہے غضب۔ دھوکا ہے اماں یہ۔" اس نے نیاں کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ مکار لڑکی کسی مل اونر کی بیٹی نہیں' یہ تو۔ یہ ایک بے حد معمولی اسٹور کیپر کی' دھرم پورے کے انتہائی گھٹیا گھر میں رہنے والی اماں۔ اماں انہوں نے ایسی مکاری کی۔"

"کہ آپ کی چال آپ کے منہ پر مار دی۔ آپ کا دھوکا آپ کی نیت کا کھوٹ آپ کو دکھایا ہے۔ کیس الگا بھیا جانی؟ اسکو کہتے ہیں نہلے پہ دہلا۔" کاشف حسبِ عادت طنز کرتا نمودار ہوا تھا۔

"میں۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گا۔ نکل جاؤ یہاں سے دفع وہ جاؤ۔" اویس کے خوابوں کے سارے محل دھڑام سے چکنا چور ہو گئے تھے۔" مجھے معاف کر دیں اویس! خدا کے واسطے میرا کوئی قصور نہیں۔" وہ روتے ہوئے اس کے آگے ہاتھ جور کر بولی۔

"اماں! ہم لٹ گئے' برباد ہو گئے۔ ان پچاس ہزار روپوں میں' مین کیا کروں گا۔ مین۔ میرے سارے خواب۔ اماں! اس کو دھکے دے کر نکالو اماں۔" وہ اپنے بال نوچ رہا تھا۔

"کس نے کہا تھا جھوٹے خواب آنکھوں میں سجائیں۔ یہ دیکھیں' سچ یہ ہوتا ہے سچ۔" فیصل نے ایک لفافہ اس کی آنکھوں کے آگے نچایا۔آپ کا اپائنٹمنٹ لیٹر آیا ہے اسی پانچ ہزار کی نوکری کا' جس کا آپ ڈیڑھ ماہ پہلے انٹرویو دے کر آئے تھے۔ میرے بھیا ہم جیسوں کو تقدیر سمجھاتی ہے۔ ذرا ہولے ہولے چلو۔"

"اماں ! مین پاگل ہو جاؤں گا۔ اتنی بڑی گیم۔"

"ساڈے نال گیم ہو گئی۔ کڑی شہر جاکے میم ہو گئی چلو جی چھٹی ہوئی۔" سعدیہ نے ہاتھ میں پکڑا اجھاڑو سامنے پھینکا۔" یہی کچھ وہنا تھا تو ہمیں ناحق فرار کرایا تھا۔ ایک مہینہ اکلوتا بننے اک ڈھونگ بھی آپ کو کچھ فائدہ۔"

"اماں ! اس کو کمین یاہں سے اپنی شکل لے کر دفع ہو جائے ورنہ میں ابھی اسکو طلاق۔"

"اویس" اباجی نے اسکے منہ پر تھپڑ مارا۔ آج پہلی بار ان کے منہ سے گالی نہیں نکلی تھی۔

"بے شرم' بے غیرت؛ شادی بیاہ کو تو نے کھیل سمجھ رکھا ہے۔ کلمے کا مذاق اڑتاے ہو تم لوگ۔ اپنی ناکام حسرتوں کا الزام دوسروں کے سر دھرتے وہ ہڈ حرام 'نکمّے تو نے ہاتھ پیر توڑ کر عیش کرنا چاہے۔ اب اسغریب پر برستا ہے۔"

"اماں ! اماں ! مجھے معاف کر دیں۔ میں نے بس وہی کیا جو میرے اماں ابا نے کہا۔

اماں ! بیٹیاں پیدا ہوتے ہی مجرم ہو جاتی ہیں۔ اماں ابا بھی کیا کرتے میں اکیلی تو نہیں میرے بعد تین اور۔ اماں مجھے معاف کر دیں۔" وہ گڑگڑاتے ہوئے ان کے قدموں پر جھک گئی تھی۔

"بدنصیبے ! کوین بیٹیوں کو بار کہتی ہے۔ ہم سے پوچھ کر دیکھو بیٹیاں تو راحت ہوتی ہیں جب یہ بیٹے آنکھیں پھیر لیتے ہیں تو بیٹیاں آنکھوں کی ٹھنڈک بنتی ہیں۔ اگر تیری جگہ کوئی امیر زادی ہوتی تو یہ پلٹتا ہماری طرف۔ کبھی بھی نہیں۔ جتنا جرم تجھ سے سرزد ہوا ہے اتنا مجرم تو یہ بھی ہے' پھر تو دونوں کو برابر کی سزا ملنا چاہیے۔ اٹھ شاباش۔ یہ اب تیرا بھی گھر ہے۔ اسکی خوشیاں' دکھ؛ مسئلے سب تیرے بھی تو ہیں۔ غربت اور حسرتیں مٹانے کا یہ شارٹ کٹ ہم جیسوں وک راس نہیں آتا۔ اس پاگل وک اتنی بھی سمجھ نہیں تھی۔"

اباجی سر پکڑ کر بیٹھے اویس کو دیکھتے ہوئے بول رہے تھے۔

"اب کیوں سر پکڑ کر بیٹھا ہے۔ جا' جا کر ان روپوں کے سارے قرض اتار کر آ اور اللہ کا نام لے کر کل سے نوکری پر جا' محنت کر پھر دیکھ دنوں میں رب کیسے تیرے دن پھیرتا ہے۔ جو بہت اچھی زندگی گزارنا چاہتا ہے' بدقسمتیا ور بدنصیبی کا رونا روتا ہے اسے چاہیے محنت کے نسکے پر عمل کرے پھر کرشمہ دیکھے۔"

آج اباجیاور ہی باتیں کر رہے تھے۔

" مجھے معاف کردیں۔ پلیز مین کیا کرتی' میرے پاس کچھ رقم اور بھی ہے اور 'اور اماں! میناسکول مین جاب بھی کرتی ہوں دوماہ کی چھٹی لی تھی مین نے۔ ساڑے چار ہزار تنخواہ ہے میری کچھ۔۔۔ تو مسئلے حل ہو ہی سکتے ہین اور۔ اور اگر ہم دونوں مل کر۔ پلیز مجھے معاف کردیں۔" وہ اس کی خونخوار نظروں سے گھبرا کر اماں کی طرف کھسک گئی۔

" بھیا! آپ کو تو اس ڈرامے مینا تنی اچھی کارکردگی پر ایوارڈ ملنا چاہیے اور یہ ہے آپ کا ایوارڈ۔" نادیہ نے نیناں کو پکڑ کر اویس کے سامنے کر دیا۔ تو بے ساختہ اس نے منہ پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

" بھیا! فکر کیوں کرتے ہیں۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کا شکر ادا کریں۔ آپ کو انجام کے طور پر ایوارڈ ملا ہے اگر جو دھوکادہی پر ایف وئی آر کٹ جاتی تو سوچیں یہس ارے ڈائیلاگ آپ سلاخوں کے پیچھے۔۔" اماں کی گھوری پر سعدیہ نے بے ساختہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

" میرا مطلب ہے انگلینڈ میں۔"

" یا پھر جیل کی سلاخوں کے پیچھے۔" کاشف رہ نہ سکا۔

" اللہ نہ کرے۔" نیناں کے منہ سے بے اختیار نکلا تو سب ہنس پڑے اور وہ شرما کر اماں کے پیچھے ہو گئی۔ اویس اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو اب پر شوق نظروں سے دیکھ رہا

تھا۔

اس کی سمجھ میں زندگی کا فلسفہ آ گیا تھا۔

اچھی زندگی حاصل کرنے کا کوئی شارٹ کٹ نہیں سوائے محنت اور نیک نیتی کے۔ محنت تو اسے اب کرنی تھی مگر نیک نیتی کا صلہ خدا نے اسے اتنی خوب صورت اور سمجھ دار بیوی کی شکل میں عطا کر دیا تھا۔ اسنے بے حد سکون سے اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔ بہت دنوں بعد تو اسے یہ سچی زندگیا اور اسکے حسین رنگ نظر آئے تھے۔

ختم شد